این سخن رافاش تر گفتن خطاست

ابلیس: ایک قابل ستائش کردار

عبید علی فاروقی

زندگی کو مزید رنگین بنانے کے لئے ایک شیطان کی ضرورت ہوتی ہے۔(۱)

مقدمہ ابلیس، دنیائے ادب کا ایک قدیم موضوع ہے جسے راقم آج قلم بند کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مشرق سے لے کر مغرب تک ابلیس کا مقام و کردار شعراء، محققین اور علماء کے ہاں قابل بحث بھی رہا ہے اور زیر موضوع بھی۔ مولانا رومی، جون ملٹن، ابن منصور حلاج اور اقبال سب ہی نے ابلیس کے اپنے مرتبے سے گرنے اور ابلیس سے شیطان بن جانے کے سفر کو کسی نہ کسی طرح اپنے کلام میں پیش کیا ہے۔ گو اقبال نے جس طرح ابلیس کا شخصی خاکہ کھینچا ہے وہ ملٹن اور حلاج کے خاکوں سے مماثلت رکھتا ہے مگر اس کے باوجود وہ اپنی انفرادیت، اور اپنے شعری جلال و جمال کی بدولت ان تمام خاکوں پر بازی لے جاتا ہے۔ جس کی ایک وجہ اس سیالکوٹی بادشاہ کا شعری فہم ہے جو اردو و فارسی کلام کو شعری بحر کے موتی میں ہیرے کی طرح پرو دیتا ہے۔

اقبال نے اپنی منظومات، 'جبریل و ابلیس'، 'ابلیس کی عرضداشت'، 'ابلیس کی مجلس شوریٰ'، 'نالۂ ابلیس'، 'تقدیر'، اور نمود راشدن خواجہ اہل فراق ابلیس' میں ابلیس کا تذکرہ جن شاندار الفاظ و انداز سے کیا ہے وہ ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ آیا ابلیس ایک قابل نفرت کردار ہے یا قابل ستائش؟ کیا وہ متکبر و مغرور شخصیت ہے یا محبّت و عشق کا مارا ایک مجبور؟ کیا وہ آدم کا دشمن و مخالف ہے یا آدم کو ان کا اصل مقام بخشنے والا؟ ابنِ منصور حلاج شیطان کو ایک عاشق کے طور پر بیان کرتے ہیں(۲)۔

وانّی محبّ ذلیل

بے شک میں وہ عاشق ہوں کہ جس نے بڑی ذلت اٹھائی ہے

حلاج کے نزدیک ابلیس ایک ذلیل عاشق ہے مگر اقبال اسی ذلت کو ابلیس کے فخر کا باعث بتاتے ہیں۔ یہ ایک ایسا عاشق ہے جو اپنے محبوب۔ خدائے بزرگ و برتر۔ کو چین سے نہیں رہنے دیتا۔

ع میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح

اقبال کی نظم 'جبریل و ابلیس'۔ جس سے مذکورہ بالا مصرعہ لیا گیا ہے۔ کو پڑھنے کے بعد اس کا قاری ابلیس سے نفرت کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسے ابلیس کے جرأت مندانہ جوابات کا قائل ہونا پڑتا ہے جو اس مکالمے ("جبریل و ابلیس" مکالمے کی طرز پر لکھی گئی نظم ہے) کے دوران اس نے جبریل کو دیے ہیں۔ اسی نظم کے آخری تین اشعار اقبالی ابلیس کے خد و خال کو واضح کر دیتے ہیں

خضر بھی بے دست وپا، الیاس بھی بے دست وپا

میرے طوفاں یم بہ یم، دریا بہ دریا، جو بہ جو

گر کبھی خلوت میسر ہو تو پوچھ اللہ سے

قصہ آدم کو رنگین کر گیا کس کا لہو؟

میں کھٹکتا ہوں دل یزداں میں کانٹے کی طرح

تو فقط اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو

اقبال کے قلم سے وجود میں آنے والی ابلیس کی یہ صورت گری بلاشبہ اسے ستائش کے قابل بناتی ہے۔ ابلیس باغی ہے، خطاکار ہے، مگر وہ اپنی جوانمردی پر نازاں اور اپنے مقدر پر ڈٹ جانے والا ہے۔ وہ مقدر کہ جس نے ابلیس کو اس کی شناخت عطا کی ہے۔ وہ مقدر جو آدم کو مجبور سے مختار بناتا ہے۔ جیسا کہ اقبال جاوید نامہ میں لکھتے ہیں۔

شعلہ ہا از کشت زار من دمید

او ز مجبوری بہ مختاری رسید

ابلیس کا شیطان بننا اس کا وہ انکار ہے جو اس نے آدم کو سجدہ کرنے سے کیا۔ اس انکار کا سبب ابن منصور حلاج کے نزدیک ابلیس کی خدا سے محبت ہے۔ وہ محبت جو ناقابل اشتراک ہے۔ وہ محبت جس پر صرف خدا کا حق ہے کیونکہ ابلیس کے لئے اس راستے کے سوا کوئی راستہ ہی نہیں جو خدا کی طرف جاتا ہو۔ ابلیس نہ صرف ایک سچا عاشق ہے بلکہ وہ ایسا موحد ہے جس سے بڑا موّحد اور کوئی نہیں (۲) سوائے حضرت محمدؐ کے۔

وما کان فی اہل السماء موحد مثل ابلیس

ادھر آسمان کے باسیوں میں خدا کی یکتائی اور اکائی کو سمجھنے اور ماننے والا ابلیس جیسا کوئی اور نہیں

اقبال، حلاج کے اسی نقطہ کو بنیاد بناتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ گو ابلیس درگاہ ایزدی سے دھتکار دیا گیا ہے مگر پھر بھی وہ ہستی اور نیستی کا ہم سے زیادہ آشنا ہے۔ ہمیں ابلیس سے توحید کے متعلق درس لینا چاہئے کہ ہم جاہل اور ابلیس عارف ہے۔ جاوید نامہ میں اقبال کی نظم 'زندہ رود مشکلات خود در پیش ارواح بزرگ میگوید' اقبال کی ان ارواح جلیلہ سے ملاقات ہے جس میں حلاج، غالب اور طاہرہ شامل ہیں۔ اس نظم میں حلاج اقبال سے۔ جو زندہ رود کے تخلص سے اس نظم میں موجود ہیں۔ مکالمہ کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں۔

ما جہول، او عارف بود و نبود

کفر او این راز را بر ما کشود

چاک کن پیراہن تقلید را

تا بیاموزی از و توحید را

ابلیس کی عارفیت، اس کا عشق اور خدا کی وحدانیت کے اعتقاد کی بدولت آدم کو سجدے سے انکار اپنی جگہ - لیکن کیا یہ سب مشیت الٰہی کے بغیر ممکن تھا؟ اقبال کے نزدیک شیطان نے وہی سب کیا جو اس کی تقدیر میں لکھا جا چکا تھا- اقبال اپنی نظم 'تقدیر'، جو کہ ابن عربی کی تحریر سے اخذ کی گئی ہے اور جو خدا اور ابلیس کے درمیان ایک مکالماتی نظم ہے، میں لکھتے ہیں۔

حرف استکبار تیرے سامنے ممکن نہ تھا

ہاں، مگر تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود

نہ صرف یہ کہ اقبال یہاں یہ نقطہ بیان کر رہے ہیں کہ شیطان کے انکار کی وجہ اس کا فخر و غرور نہ تھا بلکہ رضائے الٰہی تھی- وہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ابلیس تو اس صورت حال میں ناچار ہی گرفتار ہوا کیونکہ آدم کی تخلیق سے لے کر ان کے زمین پر اتارے جانے تک کا تمام فیصلہ تو پہلے سے طے تھا کیونکہ خود اللہ نے قرآن میں ارشاد فرمادیا تھا کہ وہ 'زمین' پر اپنا ایک خلیفہ مقرر کرنے والے ہیں(۳)- اقبال مشیت الٰہی کے اسی تصور کو 'ابلیس کی مجلس شوریٰ' میں بھی دہراتے ہوئے یہ سوال کرتے ہیں کہ آج یہ جو دنیا تباہ ہو رہی ہے اس سے خدا راضی کیسے ہے؟

اس کی بربادی پہ آج آمادہ ہے وہ کارساز

جس نے اس کا نام رکھا تھا جہانِ کاف و نوں

اقبال انسان اور انسانیت سے سخت ناامید نظر آتے ہیں اور شیطان کو انسان سے برتر گردانتے ہیں کیونکہ انسان ابلیس کے سامنے بے حد نازک اور کمزور ہے(۴) اور ابلیس اس بات پر افسردہ ہیں کہ اسے اپنے مخالف کو زیر کرنے کے لیے کسی قسم کی محنت نہیں کرنی پڑتی- 'نالہ ابلیس' میں اقبال ابلیس کی فریاد کو یوں پیش کرتے ہیں۔

پست ازو آں ہمت والاے من

وائے من، اے وائے من، اے وائے من

فطرت او خام و عزم او ضعیف

تاب یک ضربم نیارد ایں حریف

اقبال کے نزدیک ابلیس ایک قابل ستائش کردار ہے جو کہ۔

معرفت را انتہا نابودن است

کی زندہ جاوید مثال ہے- یہ ابلیس مضبوط، طاقتور اور اپنے مقدر کے حصول کے لئے کوشاں ہے جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہو چکا ہے- اس کردار کی بنیاد مطلق عشق و وحدانیت پر استوار ہے یا انا اور تکبر پر- اس کا فیصلہ تو رہتی دنیا تک نہیں ہو سکتا- لیکن ابلیس رہتی دنیا تک سر اٹھائے ہمارے سامنے موجود رہے گا۔

کون کر سکتا ہے اس آتش سوزاں کو سرد

جس کے ہنگاموں میں ہو ابلیس کا سوزِ دروں

جس کی شاخیں ہوں ہماری آبیاری سے بلند

کون کر سکتا ہے اس نخلِ کہن کو سرنگوں

حواشی

(۱)

Schimmel, A. (1963). Gabriel's wing: a study into religious ideas of Sir Muhammad Iqbal (Vol. 6). Brill Archive

(۲)

سید نعمان الحق "طاسین الازل والالتباس، ابن منصور حلاج تحقیق متن، ترجمہ "بنیاد جلد سوم شمارہ:۱، ۲۰۱۲

(۳)

سورہ البقرہ، آیت ۳۰

(۴)

Ahmad, T. (2015). Satan in the Poetry of Dr Iqbal: An Overview